

(حاصلِ مطالعہ)

سانحہ کرپلا

تاریخی پس منظر

تیری اشاعت ستمبر ۲۰۱۸

محمد بشیر ھرل



لِلّٰهِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الرَّبِّ الْمُجْدِ

پیش لفظ:

اس مضمون کے لیے معتبر تاریخ سے استفادہ کیا گیا ہے اور کسی اختلافی بحث میں الجھنے سے دانستہ گریز کیا گیا ہے کیونکہ مقصود تاریخی پس منظر سے آگاہی ہے نہ کہ کسی ایک نقطے نظر کی تائید یا تردید۔ یہ اصول بھی پیش نظر رہا ہے کہ اصحاب رسول اُرآل رسول کی شان میں زبان کھولتے وقت ہمیں نہایت احتیاط کی ضرورت ہے۔ انہوں نے جو بھی فیصلے مختلف اوقات میں کیے وہ یقیناً نیک نیتی پر ہی تھے۔ ہاں، جو شان حضرت امام حسینؑ نے دکھائی اور جس استقامت کا مظاہرہ وہ فرمائے، کسی اور خاکی انسان کے بس میں نہ تھا۔ آپؑ یہ عظیم قربانی نہ دیتے تو آج دنیا میں برائی کو برائی کہنے والا ہی کوئی نہ ہوتا۔ آپؑ کی عظمی الشان مثال نسل انسانی کیلئے ہمیشہ مشعل راہ رہے گی۔

بقول جوش ملیح آبادی:

اے، انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی، ہمارے ہیں حسینؑ

سانحہ کربلا۔ تاریخی پس منظر

مسلمان سانحہ کربلا کو بھی فراموش نہیں کر سکیں گے۔ اور اس میں استقامت کی جو مثال ہمارے لئے موجود ہے وہ ہمیشہ قابل تقلید رہے گی۔ اس لئے اس کے تاریخی پس منظر کا ایک جائزہ لیتے ہیں۔ اور اسلام کے مولد یعنی مکہ مکرمہ سے بات شروع کرتے ہیں۔

مکہ مکرمہ: (بنوہاشم۔ بنوامیہ۔ اور بنوہشم)

بنی ہاشم اور بنوامیہ ایک ہی نسل سے تھے۔ حضرت عبدالمطلب تک مکہ کی سرداری بنوہاشم کے ہاتھ میں تھی بعد میں بنوامیہ کے ہاتھ میں آئی۔ حضورؐ کے دعویٰ نبوت کی خلافت میں بھی بنوامیہ پیش پیش تھے۔ بنوہاشم فطرتاً اہل علم و دانش اور بنوامیہ اہل دنیا اور میل ملاپ کے ماہر تھے۔ بنوہشم بھی قریش ہی کا ایک معروف قبیلہ تھا۔

عمرو بن العاص:

بنوہشم کے ایک معروف رکن عمر بن العاص خوشحال تاجر تھے اور مکہ کے سرکردہ لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ طلوع اسلام دشمنی میں آگے آگے رہے صلح حدیبیہ کے بعد حضرت خالد بن ولید کے ہمراہ مدینہ آ کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور جاندار جرنیل ثابت ہوئے۔ رسول اللہؐ نے انھیں اومان کا گورنر بھی بنادیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں آپ نے منکرین زکواۃ سے جنگ میں کامیابی حاصل کی۔ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مصر فتح کیا اور فاتح مصر کے لقب کے ساتھ مصر کے گورنر مقرر ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے انھیں برطرف کر دیا تو زور و شور سے ان کے خلاف مہم کی ابتداء کی۔ بعد میں امیر معاویہؓ کے ساتھی بن گئے۔

حضرت امیر معاویہؓ

صحابی رسول، کاتب و حجی، حضرت امیر معاویہؓ سردارِ قریش ابوسفیان کے بیٹے تھے۔ ابوسفیان اور ان کی بیوی ہندہ اسلام اور مسلمانوں کے کھلے دشمن رہے۔ جنگِ احمد میں ابوسفیان ہی قریش کے سردار تھے۔ اور وہیں ہندہ نے حضرت حمزہؓ کا کلیج نکال کر دانتوں سے چبایا تھا۔ اور شہدا کے کان اور ناک کٹوا کر ان کے گلو بند اور چوڑے بنا کر پہنے تھے۔ صلحِ حدیبیہ کے موقع پر بھی عمرہ سے رونے والوں کے سردار ابوسفیان ہی تھے۔ ان کی ایک بیٹی، حضرت اُمِ حبیبہ حضور اکرمؐ کی زوجیت میں بھی آئیں۔ یہ مذاکرات اور میل ملاپ کے ماہر تھے۔ کھلی دشمنی کے زمانہ میں بھی مدینہ آتے جاتے رہتے اور اپنی بیٹی کو بھی ملتے رہتے۔ حدیبیہ کے مقام پر بھی رات کو مذاکرات کرنے لیے آئے تھے۔ اور رسول اللہؐ نے حفاظت کی خاطر واپسی کے لئے اپنا گھواڑا دیا تھا۔ فتح مکہ کے وقت بھی محاصرہ کے دوران حضرت عباس کو ساتھ لے کر یہ ہی مذاکرات کرنے آئے تھے۔ اور خون ریزی کے بغیر مکہ کا قبضہ مسلمانوں کو حاصل ہو گیا تھا۔ ابوسفیان اپنی بیوی بیٹوں اور خاندان کے ساتھ فتح مکہ کے وقت مشرف بہ اسلام ہوئے۔ امیر معاویہ کی عمر اس وقت ۲۸ سال کے قریب تھی۔ فتح مکہ کے بعد آپ مدینہ منورہ منتقل ہو گئے اور رسول اللہؐ نے آپ کو اپنی زیرِ نگرانی کاتب و حجی کی حیثیت سے رکھا۔ اس طرح ان کو دو برس تک رسول اللہؐ کی صحبت حاصل رہی۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دور میں شام کی مہماں میں شریک رہے۔ حضرت عمرؓ نے امیر معاویہ کو شام کا گورنر مقرر کیا۔ بعد میں حضرت عثمانؓ نے جو بنو امیہ میں سے تھے ان کو مستقل گورنر بنادیا اور کچھ مزید علاقے بھی ان کے زیرِ نگیں کر دئے۔ اس طرح قریباً ۲۰ ہجری سے ۳۰ ہجری تک برس تک مملکتِ اسلامیہ کے امیر ترین

زکو اور پرلازمی عمل کو اسلام کے بنیادی ستون کی حیثیت سے نافذ کیا۔ اور شمال میں بازنطینی اور مشرق میں ساسانی علاقوں پر فوج کشی کر کے اسلامی مملکت کی دھاک بھادی۔ آپ دو سال کے دور خلافت کے بعد سردی کے بخار سے ۱۲ ہجری (۶۳۲ء) میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ اپنی وفات سے قبل حضرت عمر فاروقؓ کو خلیفہ نامزد کر دیا۔ اس نامزدگی پر کچھ صحابہ، بالخصوص حضرت طلحہ نے حضرت عمرؓ کی تیز طبیعت کی وجہ سے اعتراض بھی کیا لیکن حضرت علیؓ نے بھر پور حمایت کر کے بیعت کا اعلان کر دیا۔ اس پر حضرت ابو بکر صدر ایقؓ نے وہ یادگار فقرہ کہا تھا کہ "علی! عام انسانوں کے ہجوم میں آپ واقعی ایک عالی نسب شہزادہ ہیں۔"

خلافتِ حضرت عمر فاروقؓ (۱۰ء اسال)

حضرت عمر فاروقؓ خلافت قبول کرنے سے گریزاں تھے لیکن جب انتخاب ہو گیا تو امیر المؤمنین کے لقب کے ساتھ ایک عظیم الشان دور کا آغاز کیا۔ حضرت عمرؓ کے دس سالہ دور خلافت میں دُور رسانی انتظامی اصلاحات کی گئیں۔ جن میں بیت المال کا نظام اور باقاعدہ فوج کا قیام نمایاں ہے۔ آپ نے شمال میں شام و فلسطین، مشرق میں عراق و ایران، مغرب میں مصر۔ شمالی افریقہ اور آرمینیہ کو فتح کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کیا۔ امیر معاویہ بن ابو سفیان کو گورنر شام مقرر کیا، او مصڑکی فتح مکمل ہونے کے بعد فتحِ مصر عرب بن العاص کو ۶۴ء میں مصر کا گورنر مقرر کیا۔ آپ ہی نے اسلامی کیلیڈٹ رکی ابتدا کی۔ سن ۲۲ ہجری (۶۳۲ء) میں جامِ شہادت نوش کیا۔ کسی کو اپنا جانشین نامزد نہیں فرمایا۔ بلکہ عشرہ مبشرہ کے ۱۶ افراد، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، عبدالرحمن بن عوف، سعد، زبیر، اور طلحہ پر مشتمل ایک کمیٹی بنادی اور وصیت کی کہ خود میں سے کسی کو خلیفہ چن لیں۔ عبدالرحمن بن عوف نے اپنا نام واپس لے لیا تو باقی

ارکان نے ان کو کہا کہ وہ کسی کو نامزد کر دیں۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے نام تجویز کر کے مسجدِ نبوی میں عام لوگوں کے سامنے دونوں کا انٹرویو کیا، اور بالآخر حضرت عثمانؓ غمی خلیفہ مقرر ہوئے۔

خلافتِ حضرت عثمان ذوالنورین: (۱۲ سال)

رسول اللہؐ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کی زوجیت میں رہیں۔ اس لئے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ حضورؐ کا فرمان تھا کہ عثمانؓ سے فرشتہ بھی حیاء کرتے ہیں اس لئے آپ کو کامل الحیاء کہا جاتا ہے۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں قرآن حکیم کو موجودہ شکل میں مجمع کیا گیا اور اس کی مستند نقول پوری مملکت میں پہنچا دی گئیں۔ اسی کے طفیل آج دنیا بھر کے مسلمان ایک ہی قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس وجہ سے آپ کو جامع القرآن کہا جاتا ہے۔ آپ کے دورِ خلافت میں وسیع اسلامی سلطنت میں پورا شامل افریقہ، کاکیشیا اور یونان بھی شامل ہو گئے۔ آپ نے اسلامی بحریہ قائم کی۔ آپ نے اہم عہدیدار، فوجی کمانڈر، اور گورنر اپنے خاندان بنوامیہ کے باصلاحیت افراد مقرر فرمائے۔ عمر بن العاص کو معزول کر کے اپنے رضاعی بھائی کو گورنر مقرر کر دیا۔ عمر بن العاص نے مدینہ آکر ملاقات بھی کی جس میں ناکامی کے بعد انہوں نے حضرت عثمانؓ کی مخالفت شروع کر دی۔ پہلے ۶ سال کا دور پر امن اور پر سکون تھا۔ لیکن اگلے ۶ سالوں کے دوران بنوامیہ کی وسیع تقریبیوں کی وجہ سے مدینہ منورہ، عراق، مکہ، اور بالخصوص مصر میں بہت مخالفت شروع ہو گئی، جو بڑھتے بڑھتے مسلح شورش کی شکل اختیار کر گئی۔ ان حالات میں عبد اللہ بن سباء نے بہت آگ بھڑکائی، حتیٰ کہ مدینہ مسلح بلوائیوں سے بھر گیا جو مصر، بصرہ، کوفہ اور پوری اسلامی مملکت سے مدینہ میں اکٹھے ہو گئے

تھے۔ خود مدینہ کے لوگوں میں بھی بے چینی موجود تھی۔ جب یہ صورت حال خطرناک شکل اختیار کر گئی تو عمر بن العاص مدینہ چھوڑ کر اپنی زمینوں پر فلسطین چلے گئے۔ حضرت علیؑ نے شہزادگان حسن و حسین کو حضرت عثمانؑ کے محل کے محافظ دستوں کے ساتھ متین فرمادیا۔ لیکن اس کے باوجود بلوائی حجت پھلانگ کر داخل ہو گئے اور تلاوت میں مصروف حضرت عثمانؑ کو شہید کر دیا۔ بچاتے بچاتے انکی اہلیہ حضرت نائلہ کی انگلیاں بھی کٹ گئیں۔ یہ واقعہ سن ۳۵ھ (۶۵ء) میں پیش آیا۔

خلافتِ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ: (۳۵ تا ۴۰ ہجری)

حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کو ایک شورش زدہ مملکت ملی۔ مدینہ میں بلوائیوں کا غلبہ تھا۔ خلافت کے لئے حضرت علیؑ، حضرت طلحہ، اور حضرت زبیر کے نام زیر یغور آئے لیکن ان دونوں حضرات نے معذرت کر لی۔ حضرت علیؑ بھی تیار نہیں تھے لیکن دونوں گزر جانے کے بعد اکابر کے اصرار پر قبول فرمائی۔ بنو امية نے آپ کی بیعت نہیں کی۔ عبد اللہ بن عمر نے بھی بیعت نہیں کی البتہ تعاون کا یقین دلایا۔ طلحہ اور زبیر نے بیعت کر لی۔ حضرت عائشہؓ اس وقت مکہ میں تھیں، انہوں نے آپ کی خلافت کی مخالفت کی۔

حضرت معاویہؓ کی برطرفی : حلف برداری کے بعد آپ نے اموی امراء اور گورزوں کو برطرف کرنا شروع کر دیا، اور ان جا گیروں کی منسوخی شروع کر دی جو حضرت عثمانؑ نے الاط کی تھیں، اس لئے کہ مدینہ کے علاوہ پورے بلادِ اسلامیہ میں اس پر بے چینی پائی جاتی تھی۔ اور اگرچہ ابن عباس سمیت اکثر عمالدین نے حضرت امیر معاویہ کو برطرف نہ کرنے کا مشورہ دیا، تاہم آپ نے ان کی برطرفی کا حکم نامہ بھجوادیا۔ لیکن امیر معاویہ نے اٹھ رہت علیؑ سے قاتلین عثمانؑ کی گرفتاری کا مطالبہ کر دیا اور آپ کی خلافت کو ہی تسلیم کرنے محمد بشیر ہرل

سے انکار کر دیا۔ حضرت معاویہ نے قصاصِ عثمان کے مطالبے کی اہمیت بڑھانے کے لئے حضرت عثمانؑ کی خون آسودگی میں اور حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں دمشق کی مرکزی جامع مسجد میں رکھاوادیں جس سے شام میں حضرت علیؑ کے خلاف جذبات بھڑک اٹھے۔ ادھر حضرت علیؑ نے حضرت عثمانؑ کے رضاعی بھائی عبد اللہ بن سعد کو مصر کے گورنری سے برطرف کر کے عمر بن العاص کو بحال کرنے کی بجائے دوسرا گورنر مقرر کر دیا۔ جس سے بناوامیہ میں ناراضگی اور بڑھ گئی اور عمر بن العاص بھی مایوس ہو گئے۔

جنگِ جمل: (۳۶ ہجری)

اسی دوران مدنیہ منورہ میں بھی کچھ لوگ حضرت علیؑ سے قاتلین عثمانؑ کی گرفتاری اور قصاص کا مطالبہ کرنے لگے تھے۔ حضرت طلحہ اور زبیر سمیت چند اصحاب نے مکہ جا کر حضرت عائشہ کے ساتھ میٹنگ کر کے اس مقصد کے لئے ایک جماعت بنائی اور مزید ارکان شامل کرنے کی خاطر بصرہ چلے گئے جہاں ایک کثیر تعداد کٹھی ہو کر حضرت عائشہ کی تیادت میں قاتلین عثمان کی گرفتاری اور قصاص کا مطالبہ کرنے لگی۔ حضرت علیؑ اسے بغاوت سمجھ کر اپنی فوج کے ساتھ بصرہ پہنچے۔ وہاں پہنچ کر ایک وفد نے حضرت عائشہ صدیقہ سے ملاقات کی اور وہ مان گئیں کہ حضرت علیؑ کی خلافت کی مخالفت نہیں کی جائے گی بلکہ انھیں موقع دیا جائے گا کہ قاتلین عثمان کو سزا دیں۔ لیکن حضرت عائشہ صدیقہ کے ساتھ آپ کے مذاکرات کو منافقین نے سبوتاج کر دیا اور رات کی تاریکی میں دونوں افواج پر چھاپہ مار جملے کر کے لڑائی شروع کروادی۔ یہ معلوم ہونے پر حضرت عائشہ صدیقہ اونٹ پر سوار ہو کر میدان جنگ میں آئیں اور جنگ کو ان کی کوشش کی لیکن دونوں طرف بہت بے اعتمادی پیدا ہو چکی تھی۔ بہر صورت یہ تحریک

نا کام ہوئی۔ حضرت علیؑ کی افواج کو فتح ہوئی۔ اور حضرت علیؑ نے مدینہ منورہ کی بجائے کوفہ کو ہی اپنادار حکومت بنالیا۔ اس جنگ میں دونوں طرف جو جانی نقصان ہوا، اس پر حضرت عائشہؓ ساری زندگی افسوس کرتی رہیں۔

جنگ صفين : (۳۷ھجری)

شام میں حضرت امیر معاویہ مسلسل آپ کی بیعت سے انکار، اور فوری قصاص عثمانؓ نہ لینے پر آپ کی خلافت کے جواز کو چیلنج کر رہے تھے۔ خط و کتابت اور مذاکرات نا کام ہونے کے بعد حضرت علیؑ ۹۰ ہزار افواج لے کر شام روانہ ہوئے اور دمشق سے تھوڑا پہلے صفين کے میدان میں حضرت امیر معاویہ کی ایک لاکھ بیس ہزار افواج نے انھیں روکا۔ حضرت علیؑ نے مذاکرات کے دوران یہ تک کھلوایا کہ ٹھیک ہے آپ مجھے قاتلین کا نام بتا دیں میں انھیں گرفتار کر لوں گا۔ لیکن کوئی بات طے نہ ہو سکی اور ایک سو دن کی خون ریزی کے دوران دونوں طرف سے ستر ہزار مسلمان شہید ہو گئے۔ تین ماہ بعد عمر بن العاص کی تحریک پر امیر معاویہ کے فوجوں نے پانچ سو قرآن پاک نیزوں پر بلند کر کے یہ تجویز پیش کر دی کہ قرآن پر فیصلہ کر لیتے ہیں۔ اس پر حضرت علیؑ کے کمائڑوں نے ہتھیار رکھ دئے اور دونوں طرف سے ثالث مقرر ہو گئے۔ حضرت علیؑ کی طرف سے ابو موسیٰ اشعری اور حضرت امیر معاویہ کی طرف سے وہی عمر بن العاص مقرر ہوئے جو حضرت علیؑ سے مایوس ہو کر امیر معاویہ کے ساتھ مل چکے تھے۔ تین دن کے مذکرات کے بعد دونوں ثالثوں نے یہ طے کیا کہ ان دونوں کو معزول کر کے کسی تیرے آدمی کو خلیفہ نامزد کر دیا جائے۔ عمر بن العاص نے ابو موسیٰ اشعری کو قائل کر لیا کہ پہلے وہ حضرت علیؑ کی معزولی کا اعلان کریں۔ چنانچہ ابو موسیٰ اشعری نے اونٹ پر سوار ہو کر حضرت علیؑ

کی معزولی کا اعلان کر دیا۔ بعد میں عمر بن العاص اونٹ پر سوار ہو کر سامنے آئے اور امیر معاویہ کی معزولی کا اعلان کرنے کی بجائے یہ اعلان کر دیا کہ "لوگوں سن پکے ہو کہ ابو موسیٰ اشعری نے حضرت علیؑ کی معزولی کا اعلان کر دیا ہے لب سی ہمارا فیصلہ ہے۔ چنانچہ میں امیر معاویہ کو خلیفہ نامزد کرنے کا اعلان کرتا ہوں"۔ اس طرح حضرت علیؑ کی افواج بدالی کی حالت میں واپس کوفہ روانہ ہوئیں اور شام و مصر کی حکومت حضرت علیؑ کے ہاتھ سے نکل گئی۔ ابو موسیٰ اشعری، حضرت علیؑ سے شرمندگی کی وجہ سے وہیں سے سیدھے مکہ چلے گئے۔ حضرت علیؑ کا باقی دورِ خلافت بھی امیر معاویہ کی طرف سے چھوٹے موٹے جملوں اور جھپڑپوں کی نذر ہو گیا۔ حتیٰ کہ سن چالیس ہجری میں نماز فجر کے دوران ایک خارجی کی زہر آں لود تلوار سے ۶۳ سال کی عمر میں جام شہادت نوش فرمایا۔ خارجی فرقہ کی بنیاد حضرت عثمان کے خلاف تحریک کے دوران مدینہ میں ہی پڑھکی تھی لیکن انہوں نے خروج جنگ صفين کے دوران کیا تھا۔ جلد ہی حضرت علیؑ کے ہاتھوں جنگِ نہروان میں ان کا خاتمہ ہو گیا۔

خلافتِ امام حسن بن علی: (۱۲/۱ سال)

حضرت علیؑ نے زندگی میں ہی امام حسن کو اپنا جانشین مقرر فرمادیا تھا۔ چنانچہ ان کی شہادت کے بعد حضرت حسن ۳۹ برس کی عمر میں خلیفہ بنے (شیعہ حضرات آپ کو دوسرا امام بھی مانتے ہیں)۔ لیکن امیر معاویہ کی طرف سے حملے جاری رہے تو چھ ماہ بعد ہی بالآخر حضرت حسن نے امت کی شیرازہ بندی کی خاطر، اپنے بھائی حضرت امام حسینؑ کے مشورہ سے امیر معاویہ کا صلح کا پیغام قبول کر لیا اور ایک شرائط نامہ پر مستخط کر کے یہ اعلان کر دیا کہ "اگر معاویہ خلیفہ، برحق ہے تو بدستور خلیفہ ہے اور اگر نا حق تھا تو میں اپنے دعوئی سے دستبردار ہو کر اس کی بیعت کرتا

ہوں۔ اس طرح اب معاویہ برحق خلیفہ ہے۔ ” چنانچہ آپ بعث خاندان مدینہ منورہ منتقل ہو گئے اور ۷۲ برس کی عمر میں سن ۵۰ھجری میں زہرخواری کی وجہ سے مدینہ منورہ میں ہی انتقال فرمایا۔

حضرت امام حسین: (۷۲ھجری تا ۶۰ھجری)

حضرت حسن بن علی کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین ہی مریع خلائق تھے۔ آپ حلیم الطبع اور علم کا سمندر تھے۔ برادر بزرگ حضرت حسن کی شہادت کے بعد ۱۰ برس بدستور امیر معاویہ کی بیعت میں رہے اور معاہدہ کے مطابق وظائف اور جائیدادیں بدستور رہیں۔ حضرت حسن اور امیر معاویہ کے درمیان ایک شرط یہ بھی تھی کہ امیر معاویہ اپنے بعد کسی کو جانشین نامزد نہیں کریں گے۔ لیکن جب امیر معاویہ نے بیماری کی حالت میں اپنے بیٹے یزید کے حق میں بیعت لینی شروع کر دی تو حضرت امام حسین نے دو وجہ سے اس کی بیعت سے انکار کر دیا۔ اول یہ کہ یزید اپنی اخلاقی حالت کی وجہ سے مسلمانوں کا امیر بننے کا اہل نہیں تھا۔

دوسرے اس وجہ سے کہ امیر معاویہ کو اپنا جانشین نامزد کرنے کا اختیار حاصل نہیں تھا۔ روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے یزید کو یہ وصیت کی تھی کہ حسین سے بیعت کی ضردنے کرنا اور اگر وہ خود قفال شروع نہ کریں تو ان پر جبر نہ کرنا۔ لیکن یزید نے سن ۶۰ھجری (۶۸۰ء) میں تخت نشین ہوتے ہی گورنر مدینہ کے ذریعہ حضرت امام حسین پر بیعت کے لئے دباوڈالا نا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ گورنر مدینہ نے حضرت امام حسین گوبلا کر بتایا کہ مجھے آپ کی گرفتاری کے احکام ہیں۔ آپ نے اُسے جواب دیا مثلى لا یبا یع مثله، (یعنی مجھے جیسے اس جیسوں کی بیعت نہیں کیا کرتے)، اور اپنے خاندان سے مشورہ کر کے مکہ کی طرف ہجرت کا فیصلہ کیا۔

مکہ میں بھی آپ نے حج کے دوران اپنی جان کو خطرہ محسوس کرتے ہوئے اور کوفہ سے آنے والی مسلسل دعوتوں کے پیش نظر کوفہ منتقل ہونے کا ارادہ کر لیا اور اپنے کزن حضرت مسلم بن عقیل کو پہلے کوفہ بھجوادیا جہاں ۱۲ ہزار لوگوں نے ان کے ہاتھ پر امام حسینؑ کے حق میں بیعت کر لی۔ یہ اطلاع ملتے ہی امام حسینؑ اپنے خاندان کے ۲۷ افراد کے ہمراہ ماہ ذوالحجہ ۶۰ھ میں مکہ سے تیرہ سو کلو میٹر دور واقع کوفہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ بقول اقبال:

" مدعا ش سلطنت بودے اگر خود نکردے با چنیں ساماں سفر "

سانحہ کربلا:

ادھر زید نے مسلم بن عقیل کی کامیابی کی اطلاع ملنے پر کوفہ کا گورنر تبدیل کر دیا اور نئے گورنر عبد اللہ بن زید نے مسلم اور ان کے دونوں بیٹوں کو اپنے قتل کی سازش کا ازالہ لگا کر بے دردی سے شہید کروادیا۔ جس سے کوفہ کے شہری خوفزدہ ہو کر دبک گئے۔

حضرت امام حسینؑ کو یہ خبر سفر کے دوران ملی لیکن آپ نے آگے بڑھنا ہی مناسب خیال فرمایا۔ کیم محمد ۶۰ھ کو کوفہ کے قریب پہنچتے ہی افواج نے آپ کو اس خیال سے کوفہ میں داخل ہونے سے روک دیا کہ اگر مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر ۱۲ ہزار افراد بیعت کر سکتے ہیں تو خود حضرت امام حسینؑ پر تو پورا شہر امنڈ آئے گا۔ چنانچہ حضرت امام حسینؑ، شر سے بات کے بعد، موڑ کاٹ کر دریائے فرات کے کنارے کر بلا کے مقام پر خیمه زن ہو گئے۔ یہاں پر گورنر کوفہ کی افواج نے چاروں طرف سے آپ کے خاندان کا محاصرہ کر لیا اور پانی کا راستہ بھی روک لیا۔ (امیر معاویہ نے بھی جنگ صفين کے دوران پانی کا راستہ روکا تھا۔ ریگستانِ عرب میں رسرو کنے سے زیادہ پانی کے وسائل پر قبضہ کی اہمیت تھی۔ جنگ بدر میں مسلمان فوج نے بھی آگے بڑھ کر بڑے چشمے پر قبضہ قائم کیا تھا)۔

میدان کربلا: "صلہ شہید کیا ہے، تب وتاب جاؤ دا نہ"

میدان کربلا میں ۹ دن تک مختلف مذاکراتی کوششیں ہوتی رہیں۔ حضرت امام حسینؑ نے متعدد تجاویز دیں لیکن دوسری طرف سے بس ایک ہی ضد تھی کہ جی آپ بیعت کریں۔ امام حسینؑ نے تو یہاں تک کہا کہ میں سرحد پر چلا جاتا ہوں لیکن آپ کو واپس جانے سے بھی روک دیا گیا، پانی روک دیا گیا اور الٹی میٹم دے دیا گیا کہ یا تو بیعت کریں یا شہادت کے لئے تیار ہو جائیں۔ چنانچہ ۱۰ محرم الحرام کی صبح لڑائی چھپڑی۔ رات کے دوران یزیدی افواج میں سے ایک چھوٹا دستہ جو اس ظلم پر آمادہ نہ تھا، وہ آپ کے ساتھ آ ملا۔ لیکن چند نہتے غریب الدیار افراد کا فوج کے ساتھ کیا مقابلہ۔ سارے مرد شہید ہو جانے کے بعد عصر کی نماز کے وقت نواسہ رسولؐ، آپؐ کے سب سے پیارے فرزند، امانت کے لئے خیر کے علمبردار، اور فاجر کو امارت کا اہل تسليم کرنے سے انکار کرنے والے عظیم امام، حسین بن علی بھی ریگزار کربلا میں ۵۶ سال کی عمر میں ۱۰ محرم الحرام سن ۲۱ھ بطبق ۱۲ اکتوبر ۶۸۱ عیسوی، بروز سوموار جام شہادت نوش فرم کر حق اور حق کا نام قیامت تک کے لئے بلند کر گئے۔

شah است حسین پادشاہ ہست حسین حضرت حسین شاہ بھی ہیں بادشاہ بھی ہیں
حسین سرپا دین بھی ہیں اور دین کی پناہ گاہ بھی ہیں
دین است حسین دیں پناہ ہست حسین سرداد، نہ داد دست در دست ریزید
آپ نے جان دے دی لیکن یزید کی حماحت اور بیعت نہیں کی
خدا ک کہ بنائے لا الہ ہست حسین آپ کی قربانی اللہ کی امارت کی بنیاد کی میثیت اختیار کر چکی ہے
حضرت امام حسین کا جسد مبارک وہیں کربلا میں دفن کیا گیا جہاں آپ کا روضہ مبارک
قیامت تک مر جمع خلائق رہے گا۔ رواج کے مطابق شہید امام حسین کا سر مبارک اور
قیدی خاندان یزید کے پاس منتقل بھجوایا گیا۔ وہاں یزید نے کچھ ایسے الفاظ کہے جن سے
شرمندگی اور افسوس کا انطباع ہوتا تھا، لیکن کیا فائدہ۔ خاندان امام حسین کو بحفاظت مدینہ بھجوادیا
محمد بشیر ہرل

گیا۔ امام حسین کی شہادت کے بعد یزید کی حکومت پوری اسلامی مملکت پر قائم ہو گئی۔ لیکن آفرین ہے اس کوہ استقامت پر کہ موت دیکھ کر بھی ان کے پاؤں نذر کھڑا ہے۔ حضرات! یہ واقعہ بیان کرنا آسان ہے، لیکن مصلحت اندیشی کے بجائے مقصد کی خاطر پورے خاندان کی جان قربان کر دینا آسان نہیں۔ یہ وہی مقدس روح تھی جو اپنا سرنیزے پر لٹکا کر اسلام کے بنیادی اصولوں کو سر بلند کر گئی۔ بقولِ اقبال:

| | | |
|--------------------------------|-------|-------|
| بر زمین کربلا | باید | و رفت |
| الله در ویرانہ با | کارید | و رفت |
| تا قیامت قطعی استبداد کرد | | |
| موج خون او چن ایجاد کرد | | |
| بهر حق در خاک و خون غلطیده است | | |
| پس، بنائے لا الله گردیده است | | |
| تار ما، از زخم اش لرزان ہنوز | | |
| تازه از تکمیر او ایمان ہنوز | | |

رحمت کا وہ بادل کربلا کی زمین پر برس کر گزر گیا اور ویرانے میں پھول کھلا کر رخصت ہو گیا لیکن قیامت تک کے لیے جبرا کا راستہ بند کر گیا اور اس کے خون کی آبیاری سے باغ کھل اٹھا حتیٰ کہ حق چج کی خاطر اپنے خون میں نہا گیا اُن کا چھپڑا ہوا نغمہ اب تک گونج رہا ہے اور اب لا اللہ کی بنیاد آپ کی اسی قربانی پر قائم ہے اور اُن کی تکمیر کے طفیل آج بھی ایمان تازہ ہیں

یزیدیوں کا انجام:

اپنے مدبر والد کے بر عکس یزید ایک سفاک حاکم ثابت ہوا۔ حضرت حسینؑ اور ان کے پورے خاندانؑ نبوی کو شہید کیا۔ اس کے بعد ۶۳ ہجری میں مدینہ منورہ پر جو کہ رسول اللہ، ان کی آل اور ان کے صحابہ کا مسکن تھا وہاں فوج کشی کی، گولہ باری کی، اور یزیدی فوجوں نے ۳ دن تک بے حیائی اور لوٹ مار جاری رکھی۔ بعد میں کعبۃ اللہ پر بھی سنگباری کی گئی اور کعبہ کی حچبت کو آگ لگائی گئی۔ ۷۰۰ صاحبہ اور ۷۰۰ قاری حضرات کو شہید کیا گیا۔ یزید کی حکومت تقریباً ۲ سال تک رہی جو سراسر شرمندگی ہی شرمندگی تھی لیکن قتلِ حسین کے

۳ برس کے اندر ایک دردناک بیماری میں بھٹاک ہو کر فوت ہو گیا۔ اس نے اپنے بڑے بیٹے کو جانشین نامزد کرنے کی کوشش کی تو اس نے پیش کش یہ کہہ کر ٹھکرایدی کہ میں آل رسول کے خون میں اتحادی حکومت قبول نہیں کر سکتا۔ اس کا دوسرا بیٹا معاویہ بن یزید تخت نشین ہوا تو ایک سال بعد اُس کی بھی موت ہو گئی اور اموی سرداروں نے مروان کو خلیفہ بنادیا۔ ایک سال بعد وہ بھی مر گیا تو اس کا بیٹا عبد الملک بن مروان خلیفہ بنا۔ بعد میں جب مختار تقی کو فہ کا گورنر بناتا تو اس نے سب قاتلینِ حسین کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مردا دیا۔ قتلِ حسین کے ٹھیک ۶ سال بعد عبداللہ بن زیاد بھی اسی مختار تقی کی فوج کے ہاتھوں ۱۰ احرام (۷۲ھ) کو گرفتار ہو کر مار گیا۔ البتہ حکومت مزید ۲۰ سال تک خاندان بنو امیہ میں ہی چلتی رہی۔ اور حضرت امیر معاویہ تاریخ میں خلافت بنو امیہ کے باñی خلیفہ اول کہلانے۔

فَاعْتَبِرُو يَا اولى الْأَبْصَارِ

۲۔ شہدا کے کربلا

قبیلہ و اقسامے گرامی

حضرت امام حسینؑ کے قافلہ کی کل تعداد ۷۰ تھی جس میں خاندان کے بچے اور سورتیں بھی شامل تھیں۔ شہدا کے کربلا کی تعداد بھی ۲۷ بتائی گئی ہے حالانکہ ایک نوجوان، زین العابدین علی، بن حسینؑ کو، اور خواتین کو شہید نہیں کیا گیا۔ شہداء کی تعداد ۲۷ اس لیے تھی کہ کربلا کے قریب سے مقامی قبائل کے کچھ لوگ، اور خون بزیدریا کے سہرا کچھ فوجی بھی آپؐ کے ساتھ آملاً اور آپؐ کے ساتھ ہی شہید ہوئے تھے۔

بنی ہاشم (ہاشمی)

| | | | |
|-------------------------------|----|-------------------------------|----|
| حضرت عباس بن علیؑ | 2 | حضرت امام حسین بن علیؑ | 1 |
| حضرت جعفر بن حضرت علیؑ | 4 | حضرت عبد اللہ بن حضرت علیؑ | 3 |
| حضرت ابو بکر بن حضرت علیؑ | 6 | حضرت عثمان بن حضرت علیؑ | 5 |
| حضرت علی اکبر بن امام حسینؑ | 8 | حضرت علی اکبر بن امام حسینؑ | 7 |
| حضرت قاسم بن حسن بن علیؑ | 10 | حضرت ابو بکر بن حسن بن علیؑ | 9 |
| حضرت عون بن عبد اللہ بن جعفر | 12 | حضرت عبد اللہ بن حسن | 11 |
| حضرت عبد الرحمن بن عقیل | 14 | حضرت محمد بن عبد اللہ بن جعفر | 13 |
| حضرت عبد اللہ بن مسلم بن عقیل | 16 | حضرت جعفر بن عقیل | 15 |
| حضرت محمد بن ابی سعید بن عقیل | 18 | حضرت محمد بن مسلم بن عقیل | 17 |

بنی اسد (اسدی)

| | | | |
|-------------------------|----|---------------------------------|----|
| حضرت جبیب بن مظاہر اسدی | 20 | حضرت انس بن حرث اسدی | 19 |
| حضرت قیس بن مسہرا اسدی | 22 | حضرت مسلم بن اوسجع اسدی | 21 |
| حضرت بریر ہمدانی | 24 | حضرت ابو سماہ عمر و بن عبد اللہ | 23 |
| حضرت عابش شکری | 26 | حضرت حنالہ بن اسد | 25 |
| حضرت سیف بن حرث | 28 | حضرت عبدالرحمن رہبی | 27 |
| | | حضرت عمرو بن عبد اللہ ہمدانی | 29 |

بنی جہب (جہبی)

| | | | |
|------------------------|----|-------------------|----|
| حضرت مجتبی بن عبد اللہ | 30 | حضرت جنادہ بن حرث | 29 |
| حضرت جاجج بن مسروق | 32 | حضرت نافع بن حلال | 31 |

بنی انصاری (انصاری)

| | | | |
|----------------------------|----|--------------------|----|
| حضرت عبد الرحمن بن عبید رب | 34 | حضرت عمر بن قریضہ | 33 |
| حضرت عمرو بن جنادہ | 36 | حضرت جنادہ بن کعب | 35 |
| حضرت سعد بن حرث | 38 | حضرت نعیم بن عجلان | 37 |

بنی بکل اور بنی خصم (خصمی)

| | | | |
|-----------------------|----|------------------|----|
| حضرت سلمان بن مضراب | 40 | حضرت زہیر بن قاس | 39 |
| حضرت عبد اللہ بن بشیر | 42 | حضرت سعید بن عمر | 41 |

بنی کندی اور غفاری

| | | | |
|-----------------------------------|----|-----------------------------|----|
| حضرت حرب بن عمر القیس | 44 | حضرت یزید بن زیاد کندی | 43 |
| حضرت بشیر بن عمرو | 46 | حضرت زہیر بن عامر | 45 |
| حضرت جون (حضرت یزد غفاری کے غلام) | 48 | حضرت عبد اللہ بن عمرو غفاری | 47 |

بنی کلب (کلبی)

| | | | |
|------------------------|----|----------------------|----|
| حضرت عبدالعزیز بن یزید | 50 | حضرت عبد اللہ بن عمر | 49 |
| | 52 | حضرت سلیم بن امیر | 51 |

بنی ازد (ازدی)

| | | | |
|------------------|----|--------------------|----|
| حضرت زید بن سلیم | 54 | حضرت قاسم بن جبیب | 53 |
| | | حضرت نعمان بن عمرو | 55 |

بنی عبد (عبدی)

| | | | |
|-------------------|----|-------------------|----|
| حضرت عامر بن مسلم | 57 | حضرت یزید بن سبیط | 56 |
| | | حضرت سیف بن ماک | 58 |

بنی تمیم (تمیمی) اور بنو طے (طاٹی)

| | | | |
|------------------------------|----|-------------------------|----|
| حضرت مسعود بن جاجان | 60 | حضرت جابر بن جاجان | 59 |
| حضرت باقر بن حنفی | 62 | حضرت عبدالرحمن بن مسعود | 61 |
| حضرت حرب بن یزید ریاضی تمیمی | 64 | حضرت عمر بن حسان طائی | 63 |

بنی قعلب (تعلیمی)

| | | | |
|--------------------|----|--------------------|----|
| حضرت کنانہ بن عقیل | 66 | حضرت ضرغامہ بن ماک | 65 |
|--------------------|----|--------------------|----|

بنی جہنم (جہنمی)

| | | | |
|---------------------|----|--------------------|----|
| حضرت قرداوس بن ظہیر | 68 | حضرت عقبہ بن صلطان | 67 |
|---------------------|----|--------------------|----|

متفرق

| | | | |
|--------------------------------------|----|--------------------------|----|
| حضرت کعب بن عمر | 70 | حضرت جبالہ بن علی شیبانی | 69 |
| حضرت غلامِ ترکی (علی بن جسین کے غاؤ) | 72 | حضرت عبداللہ بن یقطر | 71 |

مرثیہ

سانحہ کربلا نے مرثیہ کی صنعت خون کو بھی رواج دیا، جس میں شعراء ہند نے رنج و الم کے اظہار کو درجہ کمال پر پہنچادیا۔ مرثیہ میر انہیں تو ایک ثانی علامت کا درجہ اختیار کر چکا ہے۔ مولا ناطاف حسین عالی نے اپنی مرکز کا اکتاب 'مقدمہ شعر و شاعری' میں مرثیہ کے مضامین پر بحث کرتے ہوئے اس دلدوسر سانحہ کا بوجہ پور فتنہ کھینچا ہے وہ اپنا منفرد مقام رکھتا ہے اور یہاں درج کیا جا رہا ہے۔

"فضائل اخلاق کا نمونہ اس سے اعلیٰ اور اشرف اور کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے نبی ﷺ کا نواسہ جس کے آگے ہر مسلمان کا سر جھکنا چاہئے تھا اور جس کو ان سے بے انتہا امیدیں ہوئی چاہئے تھیں وہ چند عزیزوں اور دوستوں کے سوا ہر مسلمان اپنے خون کا پیاسا ساد یکھتا ہے۔ ریگستان عرب کی لو اور گرمی ہے۔ عورتیں، صغیر سن بچے اور سارا کنبہ ہمراہ ہے۔ مدینہ سے کوفہ تک ہمینوں کی راہ طے کرنی ہے جو اعوان اور انصار بن کر ساتھ چلے تھے۔ ان میں سے چند کے سواب ساتھ چھوڑ چھوڑ کر چل دئے ہیں جن لوگوں نے متواتر خط اور پیغام بھیج کر خدا اور رسول کو درمیان میں دے کر نصرت کے وعدوں پر بلا یا تھا وہ ان کو آ کر کیک قلم مخرف و برگشتہ پاتا ہے اور تمام امیدیں مبدل بہ یاس ہو گئی ہیں۔ با ایں ہمہ وہ راضی بہ رضا ہے ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرتا ہے اور اپنے ارادہ پر ثابت قدم رہتا ہے جس شخص کے تسلط کو وہ ملک اور قوم اور دین کے حق میں ایک مرض مہلک سمجھ کر اس کی بیعت سے انکار کر چکا ہے با وجود ان تمام شدائد کے اپنے انکار پر اسی طرح قائم ہے۔

ڈہمنوں نے کھانا اور پینا سب بند کر کھا ہے اور دریائے فرات آنکھوں کے سامنے بہہ رہا ہے۔ ڈہمنوں کے گھوڑے، گدھے اور اونٹ تک سیراب ہوتے ہیں۔ مگر اس کا سارا کنبہ تین

روز سے پیاسا ہے اس کے ننھے ننھے بچ بوند کو ترستے ہیں اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ وہ ایک نالائق آدمی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتا با ایس ہمہ وہ اپنے ارادے پر اس طرح ثابت قدم ہے کہ کسی سختی اور کسی مصیبت سے اس کے استقلال میں فرق نہیں آتا۔ اس کے یا را اور مدگا کل ستر اور دو بہتر آدمی ہیں اور ایک ٹڈی دل سے مقابلہ ہے۔ لڑنے میں اپنا اور سب عزیزوں اور دوستوں کا خاتمہ نظر آتا ہے۔ خیمه اور اسباب کا لٹنا باقی ماندوں کا اسیر ہونا، عورتوں کی بے ردائی اور بادیہ پیامی یہ سب آفتین گویا آنکھ سے دھکائی دیتی ہیں مگر وہ ان سب کو گوارہ کرتا ہے اور بہتر سمجھتا ہے بہ نسبت اس کے کہ ایک نالائق آدمی کے ہاتھ پر بیعت کرے اور اس کی حکومت کو تسلیم کر لے۔

وہ اپنے بھائی بیٹی، بھتیجے اور بھانجوں کو نہایت اطمینان کے ساتھ مسلح اور آراستہ کر کے ایک ایک کو ہزاروں کے ساتھ لڑنے کے لئے بھیج رہا ہے۔ ان کے بازوں تواروں سے کلتے ان کے کلیجے برچھوں سے چحمدتے اور ان کی چھاتیاں تیروں سے چھنتے دیکھتا ہے ایک ایک کی لاش کا ندھر پر رکھ کر لاتا ہے اور اپنے ہاتھ سے زمین میں دفن کرتا ہے خیمه میں عورتوں کے کہرام سے ہر وقت ایک قیامت برپا ہے۔ بی بی بیٹی اور بہنوں کے دل خراش صدائیں دل میں سورڈاں رہی ہے۔ چھ مہینے کا ایک شیر خوا بچ ایک بے رحم کا تیر کھا کر گود میں مرغ بُکل کی طرح تڑپ رہا ہے۔ اس کے حلق سے خون کا فوارہ جاری ہے۔ سب چھوٹے بڑے کام آچکے ہیں اور بچنے کوئی دم کا مہمان ہے۔ اب سب کے بعد اپنی باری نظر آتی ہے اور پھر اہل بیت کے جہاز کا خدا کے سوا کوئی ناخدا نظر نہیں آتا۔ ان سب بلاوں کا سامنا ہے

اور مصائب و آفات کی گھنگور گھٹا چھائی ہوئی ہے مگر ان میں سے کوئی چیز اس کے عزم و استقلال میں تزلزل پیدا نہیں کر سکتی وہ کوہ رائخ کی طرح اپنے ارادہ پر ثابت قدم ہے اور اپنے قول سے نہیں ہٹتا۔

وہ بے رحم قوم جونانا کا فلکہ پڑھتی ہے اور نواسے کی خون کی پیاسی ہے جو چند لفوس کے مقابلہ کے لئے ایک ٹڈی دل کو ساتھ لے کر آئے ہیں اور اپنی تمام طاقت اس بات میں صرف کر رہے ہیں کہ جو ایذا کیں اور تکلیفیں آدم سے تا اس دم کسی ذی روح نے کسی ذی روح کو نہیں دیں وہ سب اپنے نبی ﷺ کے دلبندوں اور جگر کے ٹکڑوں پر ختم کی جائیں۔ جو حرص و طمع کے نشے میں دین، ایمان، رحم انصاف، آدمیت، ہمدردی اور تمام فضائل انسانی سے دست بردار ہو کر خدا کا گھر ڈھانے یعنی خاندانِ نبوت کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کو تیار اور کمر بستہ ہیں۔ نہ ان کو بدعا دیتا ہے نہ ان کی شکایت کرتا ہے نہ ان پر غصہ ہوتا ہے بلکہ ٹھنڈے دل کے ساتھ اپنے حقوق جن کے مانے کا وہ دعویٰ کرتے ہیں ان کو جتنا تا ہے اور خود ان کے فرائض جو خاندانِ نبوت کے ساتھ بجالانے چاہئیں انہیں یاد دلاتا ہے۔

چھوٹے سے بڑے تک ہر شخص کے دل میں امنگ ہے کہ سب سے پہلے میں اپنی جان خاندان پر ثنا کروں۔ باپ کی یہ خواہش ہے کہ تواروں کی آنچ میں بھائی بھتیجے اور بھانجوں سے پہلے اپنے جگر بند کو جھوٹک دوں۔ بھائی بھائی اور بھتیجوں سے پہلے مرنے کے لئے تیار اور میدانِ جنگ کا خواستگار ہے۔ پانجوں کی یہ تمنا ہے کہ ما مول اور ما مول کی اولاد پر سب سے پہلے قربان ہوں۔ بھتیجے کی یہ آرزو ہے کہ پچا کا فردی سب سے پہلے میں بنوں، ہن کو یہ

ارمان ہے کہ اپنے بچوں کو بھائی اور بھتیجوں پر قربان کر دے۔ بھائی اس فکر میں گھلا جاتا ہے کہ اگر بھانجے میری رفاقت میں مارے گئے تو بہن کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ بچا کو خود بھی تین دن کی پیاس سے برقرار ہے مگر ان پیاس کی کچھ پرواہ نہیں لیکن پیاسی بھتی کی بیقراری کسی طرح نہیں دیکھ سکتا۔ وہ مشکیزہ گلے میں ڈال اور جان ہتھیلی پر رکھ کر دشمنوں کی صفائی چیرتا ہوا دریا میں گھوڑا جا ڈالتا ہے۔ دریا کا سرد اور شیریں پانی لہریں مار رہا ہے اور پیاس کے مارے دل قابو سے باہر ہوا جاتا ہے۔ دو چلوپانی میں پیاس بھتی ہے مگر غیرت اور حمیت اجازت نہیں دیتی کہ ننھے ننھے بچوں کی پیاس بھتی سے پہلے اپنی پیاس بھالے۔ وہ مشکیزہ بھر کر اسی طرح پیاسا دریا سے پھرتا ہے تا کہ جلدی جا کر بچوں کے خشک حلق میں پانی چوائے لیکن دشمنوں نے گھیر کر دونوں بازوں کاٹ ڈالے ہیں اس پر بھی اس کو اپنے بازوؤں کا کچھ خیال نہیں۔ اگر ہے تو مشکیزہ کی فکر ہے کہ مبادا پانی ضائع ہو جائے اور بچے پیاس سے رہ جائیں۔ وہ سب حرے اپنے اوپر لیتا ہے مگر مشک پر آنچ نہیں آنے دیتا جب تک کہ زخموں سے چور ہو کر گھوڑے سے نہیں گرتا۔

پیاس خاوندوں کو اور مائیں بیٹوں کو زخمی اور قتل ہوتے دیکھتی ہیں۔ مگر کوئی زبان سے اف بتک نہیں کرتی اور منہ سے سانس تک نہیں نکلتی، صرف اس خیال سے کہ جس مردی اور سر پست کی رفاقت میں وہ کام آئے ہیں اس کے دل پر میل نہ آئے اور وہ اپنے دل میں ہم سے محبوب نہ ہو۔ سب اس کی اولاد کی خیر مناتی ہیں اپنے بچھڑے ہوؤں کو کوئی یاد نہیں کرتی۔ دو صغیر سن بھائی ہیں جو صرف اس قصور پر کہ نبی ﷺ کے نواسے کے رشتہ دار

ہیں حاکم کے حکم سے واجب القتل ٹھہرتے ہیں۔ جلادان کے سرتوار تو لے کھڑا ہے، بڑا بھائی نتیں کرتا ہے کہ پہلے میر اسراتا اور چھوٹا بھائی کہتا ہے کہ پہلے مجھ پروار کر۔

ایک خدا کا بندہ جو دشمنوں کی فوج کے ساتھ نبی ﷺ کے نواسے سے لڑنے کو آیا ہے باوجود یہ دشمنوں کا ساتھ دینے میں اس کو ہر طرح دولت و جاہ منصب کی توقع ہے اور ان کا ساتھ چھوڑنے میں جان و مال اور خاندان کی تباہی کا یقین واثق ہے۔ جس قوم میں وہ گھرا ہوا ہے وہاں کوئی ترغیب یا تحریص ایسی نہیں جو اس کا دل ظلم و بے دردی و بے دینی اور حبِ جاہ ژروت سے ہٹا کر حرم ہمدردی اور دینداری کی طرف مائل کر سکے۔ اس کو ہر طرف سے یہی آواز آتی ہے کہ جلد اس قلیل جمیعت پر فتح حاصل کیجئے مردوں کے سراتار لیجئے عورتوں اور بچوں کو اسیر کر کے لے چلئے۔

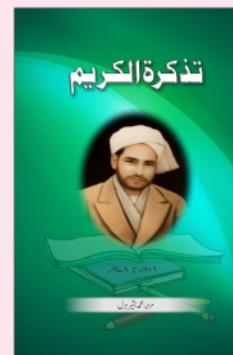
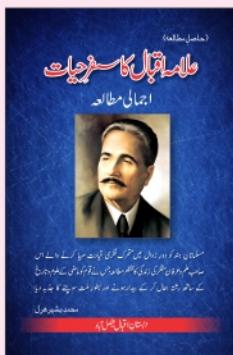
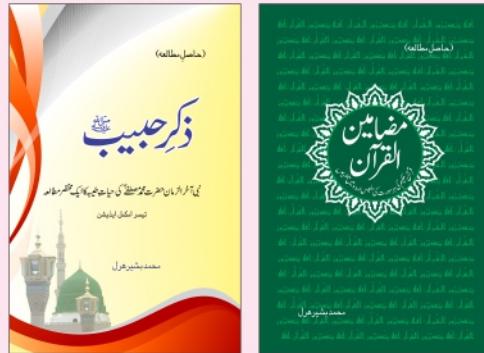
دوسری طرف کوئی بظاہر سامان ایسا نظر نہیں آتا جس کے لائق میں وہ ان تمام فائدوں سے قطع نظر کر کے اپنی فوج کا ساتھ چھوڑ دے بلکہ بخلاف اس کے طرح طرح کی بلاوں اور آفتوں کا سامنا نظر آتا ہے۔ با اس ہمہ وہ تمام دنیوی منتفعوں اور امیدوں پر خاک ڈال کر ان ظالموں سے کنارہ کرتا ہے۔ حق کی نصرت میں اپنی جان دینے کو فوزِ عظیم جانتا ہے اور سب سے پہلے خاندانِ نبوت پر اپنی جان فدا کرتا ہے۔

چند وفادار فرقی اور دوست جو نبی ﷺ کے فرزند کے ہمراہ ہیں اور ایک مذہبی دل کے مقابلہ میں اس قدر قلیل ہیں کہ انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ وہ ایک عالم کو اپنے سردار سے برگشتہ اور مخفف پاتے ہیں خود اس کے ساتھیوں اور رفیقوں کو اشائے راہ میں اس کا ساتھ دینے میں

کوئی نفع حاصل اور دنیا کی کوئی بھلائی نہیں سمجھتی بلکہ ہر وقت موت کا سامنا ہے۔ اس کی رفاقت کی بدولت بھوک اور پیاس میں تین تین دن سے جان لبوں پر آرہی ہے۔ نہ کوئی رشتہ ہے نہ قرابت جو اس کی رفاقت چھوڑنے سے مانع ہو مگر وفا داری کا طوق ان کی گردan میں دوستی و اخلاص کی زنجیر ان کے پاؤں میں پڑی ہے۔ کوئی خوف اور کوئی طمع ان کے اس تعلق قطع نہیں کر سکتا۔ ہر وقت یہ آرزو ہے کہ کب اذن جنگ ملے اور کب خاندان نبوت پر اپنی جانیں قربان کریں اور کب اس فرض سے سبکدوش ہوں۔"



مَوْلَفُ الْكِتَابِ



ملنے کا پتہ

الكتاب سٹڈی سرکل فیصل آباد - پاکستان
0333-6517766 and 041-8554461

قیمت ۵۰ روپے